Fikr-o-Nasar (Islamabad) vol. 1:11 (1964)

یہودِ عرب قبل اسلام

عبید اللہ قدسی

تاریخی اور علمی حیثیت سے یہودِ عرب کے متعلق کوئی تفصیلی حال نہیں ملتا۔ بلکہ یہودِ عرب کے متعلق خود تاریخ یہود میں کوئی حال موجود نہیں ہے۔ نہ تو ان کے آثار و نشانات باقی رہے اور نہ ان کی تحریریں اور کتابیں دنیا کو ملیں، کسی کو نہیں معلوم یہود، عرب میں کب آکر آباد ہوئے اور ان کی حالت کیا تھی، جو کچھ حال دنیا کو معلوم ہوا ہے وہ قرآن کریم، احادیث، کتبِ تفسیر اور اسلامی تاریخ کے ذریعہ معلوم ہوا ہے اور یہ حال اسلام سے کچھ پہلے کا ہی ہے۔

البتہ نبطی کتبات و نقوش سے کچھ یہودی نام اور عبرانی الفاظ معلوم ہوئے ہیں (جن کے لئے یہ بھی شبہ ہو سکتا ہے کہ وہ عیسائی نام ہوں) لیکن اس سے کوئی تاریخی شہادت حاصل نہیں ہوتی اور نہ ان کی ثقافت و تمدن کی طرف کوئی رہنمائی ہے۔ ان باتوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عرب کے یہود اپنی بیرونی دنیا سے کٹے ہوئے تھے، ان کا علم ان کی ثقافت اور ان کا تمدن اس قدر ترقی یافتہ نہیں تھا جو اپنا اثر چھوڑتا، بلکہ عرب سے ان کی ہجرت کے بعد عربی دنیا میں ان کا نام و نشان مٹ گیا، اور جب تک یہ یہود عرب میں تھے ان کی بود و باش ان کی زبان اور ان کا دین کوئی خاص امتیازی نشان نہیں رکھتا تھا، بلکہ عربوں کے خیالات اور ان کے تمدن میں یہ بھی گھل مل گئے تھے، اگر کچھ دینی انفرادیت تھی تو وہ محدود

اور بے اثر تھی بلکہ بعض تو انہیں موسوی شریعت کا پیرو ہی نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ انھوں نے اپنے دین کو بھلا دیا تھا (۱) اس لئے عبرانی مؤلفین نے جزیرۂ عرب کے یہودیوں کا اپنی تاریخوں میں ذکر نہیں کیا۔

ظہور اسلام کے وقت مدینہ یہودیوں کا بڑا مرکز تھا اطراف مدینہ ہی میں ان کی حیثیت قابل ذکر تھی۔ تیماء اور خیبر میں ان کے قلعے تھے قبائل عرب سے انھوں نے اپنی حفاظت کے لئے اتحاد اور حلف کے ذریعہ تعلق قائم کر رکھا تھا مدینہ اور اطراف مدینہ میں بنو نضیر، بنو قریظہ، بنو قینقاع اور بنو بہدل دعوف مقیم تھے لیکن سرداری غیر یہود قبائل اوس و خزرج کے ہاتھ میں تھی (۲) اور یہ تمام یہودی قبائل ان کے موالی تھے (۳) قبائل یہود کچھ زراعت پیشہ تھے اور کچھ کاہن، تاجر، اور سود خوار تھے اور بعض صنعت و حرفت پیشہ، کچھ تو ایسے تھے جو یقیناً فلسطین سے ہجرت کر کے آئے ہوں گے لیکن سابقہ بربادی کے بعد وطن سے اجڑ کر جب نئی جگہ آکر بسے تو عربوں جیسے ہو گئے لیکن بعض باتوں میں کمزور رہے اور بعض عرب بھی یہودی ہو گئے تھے جنہوں نے مال و دولت کے لالچ میں یا ہمسائیگی وغیرہ کی وجہ سے یہودیت کو قبول تو کر لیا تھا لیکن شریعت یہود کا نفاذ ان میں نہیں ہو سکا۔ چنانچہ یہ سب یہودی قبائل دوسرے غیر یہودی عرب قبائل کے مقابلہ میں کچھ مختلف تھے، مثلاً یہ لوگ قتل و غارت گری کے خوگر نہیں تھے جنگ و جدال میں حصہ نہیں لیتے تھے۔ اور زراعت پیشہ تھے۔ اس لحاظ سے یہ عربوں سے جدا تھے۔ (۴) لیکن یہ لوگ اپنی یہودیت پر بھی قائم نہیں تھے نہ یہودی شریعت کے پابند تھے جس طرح دنیا کے دوسرے حصہ میں یہودی اپنی شریعت کی حفاظت کرتے تھے اپنی خصوصیات کے حامل تھے۔ اس طرح کی ان میں کوئی امتیازی شان باقی نہیں تھی۔ کتاب مقدس کا علم برائے نام ہی رکھتے تھے جو قابل اعتنا نہیں ہے۔ (۵) چنانچہ ان قبائل، خاندانوں اور افراد کے نام تمام عربوں کی طرح عربی تھے عبرانی نہیں تھے، ان کے اشعار میں عربی طبع، بدوی خصوصیات اور عربی فکر نمایاں تھی، یہ اپنی اجتماعی اور سیاسی زندگی میں عرب سے مختلف نہیں تھے، بلکہ اکثر امور میں عربوں کی طرح تھے صرف دین کا فرق تھا (۶) ان یہودیوں کی بود و باش، لباس وغیرہ، سب عربی تھا۔ عربوں سے آپس میں شادیاں ہوتی تھیں تمدن و تہذیب میں کوئی فرق نہیں تھا صرف اعتقاد اور مذہب کا فرق تھا۔ (۷) غالباً اس کا سبب یہ ہے کہ یہودیت اختیار کرنے والے عربوں کا غلبہ تھا اور ہجرت کر کے عرب میں آنے والے اصل یہودی اقلیت میں تھے۔ لہٰذا یہودی عرب اسی طرح اپنے رسم و رواج اور تہذیب و تمدن پر قائم رہے اور ان کی فکر و طبع میں

کوئی فرق نہیں آیا بلکہ ان چند کاہنوں کی اولاد پر بھی جو باہر سے آئے تھے شادی بیاہ کے بعد انھیں کا رنگ چڑھ گیا۔ ان یہودیوں کے نام تمام عربی ہیں، کوئی عبرانی نہیں پایا گیا۔ صرف "زعورا" تو عبرانی اصل ہے اور دوسرے "یسات جو "یوسف" اور "بنیل" جو نفتالی سے ہونگے۔ (۸) لیکن ان گیارہ خاندانوں کے ناموں میں جو ظہور اسلام کے وقت حجاز میں تھے ان میں کوئی بھی نام "زعورا" کے سوائے ایسا نہیں ہے جس پر عبرانی اثر ہو (۹) حالانکہ یہاں یہودیوں کو جو آزادی حاصل تھی وہ دنیا کے کسی خطہ میں اس زمانے میں انھیں حاصل نہیں ہوئی۔ (۱۰)

مدینہ اور اطراف مدینہ کے علاوہ دوسرا مقام یمن ہے جہاں یہودی تھے یمن میں یہودیوں کی بود وباش تھی، عرصہ دراز تک وہاں ان کا وجود ثابت ہوتا ہے، لیکن یمن میں یہودیوں کو وہ استقلال حاصل نہیں ہوا جو مدینہ میں تھا اگرچہ بعض محققین نے یہ دعویٰ کیا ہے، کہ یمن کے تبابعہ (حاکم) بھی یہودی تھے (۱۱) لیکن یہ صرف قیاس اور گمان ہے جس کا کوئی ثبوت کتابی سند یا آثار کے دلائل سے نہیں ملتا بلکہ اکثر روایات اہلِ اخبار کی ہیں جن کی بنیاد اوہام واساطیر پر ہے بلکہ یہ روایتیں بھی اسلام کے بہت زمانے بعد مدون ہوئی ہیں جنھوں نے اپنے زمانے کو دیکھ کر اور کچھ اپنے بزرگوں کی بڑائی کے لئے ان روایتوں کو گھڑ لیا، اور یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ جن راویوں کی طرف ان روایتوں کو منسوب کیا ہے واقعی انہوں نے بیان بھی کیا تھا یا نہیں۔ (۱۲)

البتہ حمیر میں یہودی مستقل طور پر موجود تھے، یہودیت کا اثر تھا، اس کا ذکر نصرانی تاریخوں میں بھی ہے اور اسلامی تاریخوں میں بھی موجود ہے لیکن یہاں بھی یہودیت و نصرانیت کی کش مکش جاری رہی اور بت پرستی اپنی جگہ موجود رہی، لوگ یہودیت میں داخل ہوئے پھر بت پرست ہوگئے یا یہودیت کے ساتھ بھی بت پرستی جاری رہی، چنانچہ نصرانی مورخ "فیلوستورجیس ۴۲۵ء کے قریب زمانہ میں لکھتا ہے کہ اہل سبا "سبت" میں سنت ابراہیم پر عمل کرتے تھے لیکن وہ یہ بھی لکھتا ہے کہ وہ شمس وقمر کی اور دوسرے معبودوں کی پرستش کرتے تھے۔ ان میں سے بعض دین یہود پر تھے۔ مورخ تھیودورس لکٹر بیان کرتا ہے کہ یہ چھٹی صدی عیسوی کے اوائل میں ہوا ہے، حمیری بظاہر یہودی دین پر تھے یہ لوگ ملکہ سبا کے زمانہ میں اس دین میں داخل ہوئے تھے پھر مرتد ہو کر بت پرست بن گئے پھر قیصر "انطاس" ۴۹۱ء تا ۵۱۸ء کے زمانہ میں نصرانی ہوگئے۔ اس مورخ نے حمیر میں یہودیت کے وجود کا ذکر نہیں کیا نہ دوسرے مورخ نے ملوک حمیر کے یہودی ہونے کا ذکر کیا نہ کوئی اشارہ کیا۔ (۱۳)

ان تاریخوں سے صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کچھ لوگ یہودی ہوگئے تھے لیکن اس کا زمانہ متعین نہیں ہوسکتا صرف یہ یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ کچھ یہودی موجود تھے۔

نجران کے نصاریٰ کے عذاب دینے، جلانے، اور قتل کرنے کا جو قصہ ہے اس کے لئے ضروری نہیں ہے کہ یہودیوں نے ہی ایسا کیا ہو بلکہ ہوسکتا ہے کہ بت پرست ہی اٹھ کھڑے ہوئے ہوں اور سیاسی مصالح کی بنا پر یہودیوں نے انھیں تیار کیا ہو۔ (۱۴) چنانچہ قرآن شریف میں سورہ البروج میں جو آیتیں اس سلسلہ میں آئی ہیں ان سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے: "قُتِلَ أَصْحَابُ الْأُخْدُودِ، النَّارِ ذَاتِ الْوَقُودِ إِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُودٌ وَهُمْ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌ وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ" (۱۵) اس کے بعد نصاریٰ نے یہودیوں سے انتقام لیا، بہرکیف یہودی یمن میں باقی رہے اور اسلام آیا۔ اس وقت بھی موجود تھے، ان یہودیوں کو یمن سے جلاوطن نہیں کیا گیا جس طرح خیبر سے نکال دیا گیا تھا بلکہ ابھی کچھ سال قبل تک یمن میں موجود تھے یہاں تک کہ فلسطین کا فتنہ کھڑا ہوا اور ان لوگوں نے غداری کی۔

عرب کے یہودی عربی بولتے تھے لیکن ان کے احبار دینی کاموں کے لئے عبرانی استعمال کرتے تھے۔ خاص طور پر تعویذ اور جادو کے لئے جس کی طرف کتب احادیث میں اشارہ موجود ہے۔ (۱۶)

زمانہ جاہلیت کے شعرا میں سے بعض کو یہودی قرار دیا گیا ہے لیکن ان شعرا کا اکثر کلام ایسا ہے جس میں یہودیت کا کوئی اثر نہیں ہے۔ مثلاً یہودیوں کا سب سے بڑا شاعر سموال ابن عادیا ہے۔ لیکن اس کے کلام میں طریقہ نظم و تراکیب میں اور خیالات میں بت پرست شعرا کے کلام سے کوئی فرق نہیں ہے، اس کے الفاظ میں کہیں بھی یہودیت اور عبرانیت کا شائبہ تک نہیں ہے۔ الفاظ خالص اور جید عربی ہیں جیسے کہ بت پرست شعرائے جاہلیت استعمال کرتے ہیں۔ اور افکار و خیالات بھی بالکل انہیں کی طرح ہیں ذرا فرق نہیں ہے بلکہ تورات و تلمود کا کوئی بھی اثر موجود نہیں ہے کہ ہم کہہ سکیں کہ اس کلام کا قائل دین یہود سے آشنا ہے اور اس نے یہودیت کا مطالعہ کیا ہے۔ (۱۷) ان یہودی شعرا میں سے اکثر نے رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں مسلمانوں کی مخالفت کی۔ رسول کی ہجو کی اپنے مرنے والوں کے مرثیے کہے لیکن ان کے اشعار میں کہیں بھی یہودی تعلیم کا ذکر نہیں ہے۔

سموال ابن عادیا کا بعض کلام بعد میں موضوع کیا گیا اور بعض اس کی طرف منسوب کر دیا گیا لیکن وہ حصہ جس پر سب اہل تنقید متفق ہیں اس میں کوئی دینی بات نہیں ہے سموال کے مصنوعی کلام کو دیکھ کر

اب لوئیس شیخو نے اسے نصرانی قرار دیدیا۔(۱۸) صرف سموال ہی نہیں بلکہ شیخو کے خیال میں تمام شعرائے جاہلیت کا دین نصرانی تھا لہٰذا انہوں نے "شعرائے نصرانیت" پر ایک کتاب لکھدی اور سب کو اس میں جمع کردیا۔

سموال کے جس کلام سے اس کے یہودی ہونے کا استدلال کیا گیا ہے وہ سب مصنوعی ہے، اور زمانہ اسلام میں موضوع کیا گیا ہے اس لئے کہ اس میں قرآن کے الفاظ اور فقروں سے مدد لی گئی ہے مثلاً طالوت اور جالوت، قرآن نے الفاظ استعمال کئے ہیں ورنہ توراۃ میں یہ الفاظ "شاؤول" (۱۹) اور جولیتھ (GOLIATH) (۲۰) استعمال ہوئے ہیں مستشرق نولدکے نے بھی اس کلام کو مصنوعی قرار دیا ہے یہ بہت اچھا نقاد ہے جس نے سموال کے کلام کی شرح لکھی ہے۔(۲۱) بعض مستشرق تو اس حد تک قائل ہوئے ہیں کہ اس کلام کا کیا ذکر خود سموال ہی عرب میں کوئی شاعر نہیں ہوا بلکہ یہ اہل اخبار کی اختراع ہے اس لئے کہ انہوں نے "صموئیل" کا ذکر توراۃ میں پڑھا تھا۔(۲۲)

بہر کیف جن شعرا کا سلسلۂ یہود میں ذکر کیا گیا ہے وہ سب مدینہ اور اس کے اطراف کے ہیں لیکن یمن کے یہود اور جزیرۂ عرب کے دوسرے یہود کی طرف اہل اخبار نے اشارہ نہیں کیا۔

جس وقت اسلام آیا اس وقت عرب کے یہود جمود اور گمنامی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ اکثر زراعت پیشہ یا معمولی پیشہ ور تھے کچھ تاجر اور دولت مند تھے وہ سود خوار تھے، یہود عرب کے قبائل میں کوئی بھی اتنی استطاعت نہیں رکھتا تھا کہ اپنا دفاع کر سکے نہ یہ سب قبائل مل کر اپنا دفاع کر سکتے تھے اس لئے دوسروں کی وفاداری سے، اور حلیف ہو کر حمایت حاصل کرتے تھے۔ اگر ان کے حلیف کو جنگ کرنا ہوتی تو یہ لوگ اکثر دولت، سامان، اور اسلحہ دے کر وفاداری کا اظہار کرتے تھے خود جنگ میں حصہ لینے کی ہمت نہیں رکھتے تھے۔ دولت کے ذریعہ آسانی کے ساتھ فائدہ اٹھانے اور سود پر قرض دینے کی وجہ سے قبائل کے سرداروں میں ان کی پرسش ضرور تھی لیکن اس سود خوری اور معمولی پیشہ ورانہ زندگی کی وجہ سے عوام الناس میں یہ لوگ ذلیل بھی تھے۔ چنانچہ عرب کی مفاخرت اور یہود کی شاعری میں کہیں ان پیشوں کا ذکر نہیں آیا۔

یہ یہودی اپنے دین کی تعلیم بھی دیتے تھے ان کے احبار تعلیم دین دیتے تھے اور عبرانی زبان میں دینی عبارتیں لکھتے تھے، ان کے پاس عبرانی میں دینی کتب تھیں، انبیا کے قصے تھے، اور اسرائیلی اساطیر تھیں، لیکن انھوں نے کبھی شریعت کی تبلیغ نہیں کی اور عبرانی سے عربی میں کسی کتاب کو منتقل نہیں کیا اس لئے اسلام کے زمانے میں کوئی نشانی باقی نہیں رہی نہ توراۃ و تلمود کا وجود رہا اور نہ روایات و قصص

کا جو کچھ بعد میں مسلمانوں نے جمع کیا وہ نومسلم یہودیوں اور ان کی اولاد سے زبانی روایتیں تھیں اس لئے نہ ان کی کوئی سند ہے اور نہ انہیں زمانہ جاہلیت سے صحیح طور پر متعلق کیا جا سکتا ہے۔ (۲۳)
مستشرقین نے البتہ اس سلسلہ میں بہت کچھ لکھا ہے اور اس بحث میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا کہ قبل اسلام کے یہودیوں سے رسول اللہ نے دین حاصل کیا اور اس کا نام اسلام رکھا لہذا ان کے نزدیک اسلام نے سب کچھ یہودیت و نصرانیت سے اخذ و اقتباس کیا اور کچھ تحریف کی۔ یہودی مستشرقین اسلام کو یہودیت کا چربہ ثابت کرتے ہیں اور عیسائی مستشرقین عیسائیت کو اسلام کا منبع قرار دیتے ہیں اور بعض اس میں اعتدال پیدا کر کے دونوں کا اقتباس اسلام کو بتاتے ہیں۔
یہودیت کا نظریہ ثابت کرنے والوں کے علمبردار "ڈوزی" ہیں جنہوں نے عرب قبل اسلام پر یہودیت کا کامل اثر پیش کیا ہے اور یہاں تک کہہ دیا ہے کہ بنی شمعون نے کعبہ بنایا ہے اور شعائر حج اسرائیلی چیز ہے (۲۴) لیکن ڈوزی صاحب کو یہ خیال نہیں رہا کہ وہ جن روایتوں کے حوالے سے یہ سب کچھ لکھ رہے ہیں ان کی کوئی سند نہیں ہے۔ عراق شام اور حجاز کے نومسلموں کے غیر مستند قصے ہیں جن کا زمانہ جاہلیت سے کوئی تعلق نہیں اور زمانہ جاہلیت کا کوئی ثبوت موجود نہیں۔ اسی طرح ابراہیم گائگر نے لکھا ہے۔ "رسول اللہ صلعم نے یہود سے کیا لیا"۔ اس کتاب کا انگریزی میں بھی ترجمہ ہوا ہے۔ (۲۵) اس طرح مسٹر اسمتھ نے لکھا (۲۶) اور انہیں کو دیکھ کر بعد میں دوسروں نے بھی لکھا جیسے ابراہیم کاتش (۲۷) اس قسم کے تمام لکھنے والے متعصب مستشرقین زمانۂ جاہلیت کی حیات میں کوئی غالب اثر ثابت نہیں کر سکے۔ نہ مذہب یہود اپنی تعلیم کی دوسری قوموں میں تبلیغ کرتا ہے اس کا یہ حال پہلے بھی تھا اور اب بھی ہے، لہذا اگر باہم اتصال اور ایک جگہ معاشرت کی وجہ سے یہود کا کوئی اثر پڑا ہو تو اس کا وجود کہیں ثابت نہیں ہو سکا، اس لئے کہ عرب کے تمام قبائل بت پرست تھے اور یہ ظاہر ہے کہ ان کی ثقافت، رائے اور فکر و نظر تمام اپنی علیحدہ حیثیت رکھتی ہے جس کا کتابی مذہب سے بالکل تعلق نہیں رہا یہ کہ عبرانی اور عربی میں کچھ الفاظ مشترک ہیں تو خود یہ بحث غور طلب ہے کہ عبرانی سے یہ الفاظ عربی میں آئے تھے یا عربی سے عبرانی میں گئے ہیں۔ اس لئے اکثر محققین کی رائے تو یہ ہے کہ سامی قوموں کا اصل وطن عرب ہے۔ (۲۸) جیسا کہ ہم کسی مقام پر اوپر لکھ چکے ہیں۔ اور یہ بھی ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ جاہلیت کی شاعری یہودی کلام سے بالکل خالی ہے (۲۹) بلکہ یہود کی شاعری پر عربی کا اثر پڑا ہے (۳۰) لہذا صحیح تحقیق کے لئے صرف ایک مستند ماخذ قرآن شریف رہ جاتا ہے جس میں یہود و نصاریٰ کے اعمال و اشغال اور ان کی فکری و نظری

حالت کا تفصیل سے ذکر ہے ۔

قرآن شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل عرب تمام بت پرست تھے اور اہل کتاب جو بھٹکے ہوئے اور دینی پستی میں تھے بہت کم اور بے اثر تھے اور یہ کہ رسول ان اہل عرب میں پیدا ہوئے جو تمام مشرک تھے ۔ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ (۳۱)

اور کہدیجئے ان لوگوں سے جنہیں کتاب دی گئی (یہود و نصاریٰ) اور امیوں سے (جہلائے عرب سے) اگر اسلام لائے تو ہدایت پائی اور اگر انکار کیا تو آپ پر پہنچا دینا ہے اور اللہ بندوں کو دیکھنے والا ہے

یہاں اہل کتاب اور امیین دو گروہ عرب میں بتائے ہیں یہی عرب میں تھے ۔ دوسری جگہ ہے :

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۤ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (۳۲)

اللہ ہی نے بھیجا ہے جہلا میں رسول جو ان ہی میں سے ہیں، ان کے سامنے اللہ کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور قرآن کی تعلیم دیتے ہیں اور الحکمت سکھاتے ہیں اگرچہ پہلے بالکل گمراہی میں تھے ۔

اس آیت میں واضح ہے کہ ان جہلائے عرب میں رسول کو اتارا جو انھیں کی قوم سے ایک ہیں اور یہ لوگ تمام گمراہی میں تھے یعنی سب بت پرست تھے ۔

وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ۔ (۳۳)

اور یہود عرب اکثر جاہل تھے یعنی اپنے دین سے ناواقف تھے اپنی کتاب سے ناواقف تھے صرف جھوٹی اور بنائی ہوئی باتیں جانتے تھے یہ سب وہم و گمان کی باتیں ہیں (جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں) لہذا بہت برا ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنے ہاتھ سے کتاب لکھ لیتے ہیں (اور توراۃ کی عبارت بنا کر یہ احبار علمائے یہود عوام کو دھوکہ دیتے ہیں) اور پھر کہتے ہیں یہ تو اللہ کی طرف سے ہے تاکہ اس کے بدلے میں کچھ قیمت حاصل کر لیں۔ لہذا بہت برا ہے ان لوگوں کے لئے جنہوں نے اپنے ہاتھ سے لکھا اور بہت برا ہے جو کچھ انہوں نے کمایا

قرآن شریف سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ احبار اور ربانیوں کا (یعنی علمائے یہود اور مفسران شریعت) کا یہود پر کافی اثر تھا لہذا یہ لوگ ان احبار کے احکام کی تعمیل کرتے تھے اور انہیں کی فرماں برداری کرتے تھے ان یہودیوں کی اکثریت خود دین میں کچھ معلومات نہیں رکھتی تھی اور نہ احکام دین کی خبر تھی لہذا جو احبار کہدیتے اس پر آنکھ بند کر کے آمنا وصدقنا کہدیتے تھے (۳۴)

اور دین یہود کے لئے یہ واضح ہے کہ ان کی دو کتابیں ہیں ایک تورات ہے جو وحی مکتوب ہے اور بقول ان کے جس کے لکھنے کے لئے خدا نے حضرت موسیٰ کو حکم دیا تھا اور دوسری کتاب تلمود ہے جو وحی غیر مکتوب ہے جس کے لئے خدا نے منع کیا تھا کہ لکھی نہ جائے بلکہ زبانی یاد رکھی جائے۔ یہ تلمود بھی دو ہیں ایک فلسطینی اور دوسری بابلی۔ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں اور دونوں کے مطالب میں زمین آسمان کا فرق ہے پھر یہ دونوں موسیٰ علیہ السلام کے چار پانسو برس بعد لکھی گئیں جن میں ہزاروں علما کی تشریحیں شامل ہیں (۳۵) چنانچہ تلمود فلسطینی چوتھی صدی عیسوی کے آخر میں مکمل ہوئی ہے اور تلمود بابلی چھٹی صدی عیسوی میں مکمل ہوئی ہے۔ (۳۶)

علمائے یہود نے تورات کی تفسیر اور تشریح کی یہ لوگ امورایم یعنی شارح اور مفسر کہلائے (۳۷) فلسطینی شارح ربی (RABBI) کہلائے اور بابل کے امورایم (رب) کہلائے (۳۸) بہرکیف ان دونوں شارحین اور مفسرین میں زمین آسمان کا فرق ہے اور بیحد تضاد ہے دونوں ایک دوسرے کو برسر غلط کہتے ہیں چنانچہ کہا جاتا ہے کہ بابلی (امورایم) شارحین ہاتھی کو سوئی کے ناکہ میں سے گذار سکتے ہیں (۳۹)

شریعت یہود کے دوسرے دو مفسرین کے فرقے جنہوں نے غیر مکتوب کتاب کی تشریح کی وہ ھلاخہ اور ھگادہ کہلائے (۴۰)

تورات وہ احکام جو اللہ کی طرف سے موسیٰ پر نازل ہوئے اور لکھے گئے اس کا نام ـــــــ ہے۔ "TORAH SHEBBIKH THABH" (۴۱) تورات کا لفظ قرآن میں استعمال ہوا اور اس سے پہلے شعر جاہلی میں کہیں مستعمل نہیں ہوا (۴۲) نہ تورات کا کوئی اقتباس کسی شعر جاہلیت میں مستعمل ہوا اور نہ کتابت جاہلیت میں مستعمل ہوا ہے (۴۳) لہذا جو کچھ حال معلوم ہوا ہے اس کا مستند ماخذ قرآن شریف ہے۔

قرآن نے اس بات کی طرف اشارہ نہیں کیا کہ جاہلیت کے یہودیوں کی تورات کی زبان کیا تھی لیکن مفسرین اور محدثین نے لکھا ہے کہ عبرانی میں پڑھتے تھے اور عربی میں بیان کرتے تھے (۴۴) چونکہ

یثرب عرب کے یہودی عربی بولتے تھے اور غالباً عربی ہی لکھتے ہوں گے اس لئے عبرانی یا آرامی کا کوئی ذکر تاریخوں میں نہیں آیا یہ بہت قلیل تعداد میں تھے اور ان میں کوئی خاص معیار علم بھی نہیں تھا اسی لئے ان کے احبار اور ربی میں سے کوئی باہر کی دنیا میں مشہور نہیں ہوا نہ کسی نے کوئی نام سنا جس طرح شام عراق اور مصر کے احبار اور فلسطین و بابل کے احبار و ربی کا نام مشہور تھا (۴۵) عرب کے احبار میں سے ایک کا نام بھی مشہور نہیں ہوا یہ البتہ مستند روایتوں سے ثابت ہے کہ مدینہ کے یہودی سحر جانتے تھے تعویذ کرتے تھے چنانچہ مشرکین ان سے تعویذ کراتے تھے (۴۶) یہ مدینہ کے یہودی مشرکین سے تعاون کرتے تھے اور اہل توحید پر اہل کفر کو سبقت دیتے تھے۔ مدینہ کے یہودیوں نے وفد بھیج کر مکہ کے کافروں کو رسول اللہ سے لڑنے کے لئے آمادہ کیا اور کہا ہم تمہاری بت پرستی کو مسلمانوں کی توحید پر ترجیح دیتے ہیں ان کی اس بے عقلی کا ذکر قرآن شریف میں آیا ہے۔ (۴۷)

یہودی رسول اللہ سے معجزہ کا مطالبہ کرتے تھے اور ایسے سوال کرتے تھے جن سے ان کے ذہن کی پستی معلوم ہوتی ہے ان لوگوں نے رسول اللہ سے مطالبہ کیا کہ آسمان سے لکھی ہوئی مکمل کتاب لا کر دکھائیے (۴۸) ان لوگوں نے کہا آپ ہمارے سامنے آسمان پر چڑھئے اور ایک لکھی ہوئی کتاب لائیے موسیٰ تورات لائے تھے پھر ہم ایمان لے آئیں گے (۴۹) قرآن شریف میں ان لوگوں کی بت پرستی کے اصرار پر اور توحید سے انکار پر آیتیں نازل ہوئیں (۵۰) قرآن شریف کی آیت نازل ہوئی کہ جو اللہ کو قرض دیگا اللہ اس میں بہت اضافہ کرے گا (۵۱) اس کا مطلب تھا جو فی سبیل اللہ مدد کرے گا اور نیک کاموں کے لئے قرض دے کر امداد کرے گا، لیکن ان لوگوں نے لفظی معنی لے کر طعنہ دیا کہ "اے محمد تمہارا خدا محتاج ہے جو قرض مانگتا ہے لہٰذا اس کا جواب قرآن شریف میں دیا گیا اور کہا گیا کہ خدا تو محتاج نہیں ہے وہ غنی ہے ان لوگوں نے ناحق انبیا کو قتل کیا ہے (۵۲) یہودی اونٹ کا گوشت نہیں کھاتے تھے اور اسے حرام سمجھتے تھے اسلام نے اونٹ کا گوشت حلال کیا یہودی کہتے تھے جو حرام ہے وہ نوح اور ابراہیم کے زمانے سے حرام ہے اسلام نے کہا یہ حضرت ابراہیم کے زمانے میں بھی حلال تھا (۵۳) چونکہ تمام عرب اور اہل مکہ اونٹ کو حلال سمجھتے تھے صرف یہودی اونٹ کا گوشت نہیں کھاتے تھے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہودی عرب میں باہر سے آئے اور انہوں نے اپنی اس عادت پر مواظبت کی اہل عرب اونٹ کی قربانی کو نحر کہتے تھے یہ قربانی حج کے مواقع پر خاص طور پر کرتے تھے جس پر تمام اہل عرب عامل تھے (۵۴) اس زمانے کے یہودی اہل کتاب ہونے کا دعویٰ تو کرتے تھے لیکن حقیقت میں بت پرستوں سے کم

نہیں سنتے توحید کو بھلا چکے تھے اور مشرکین سے بہت قریب تھے تمام خرافات اور اوہام ان میں موجود تھے اس لئے جب رسول نے مدینہ میں ہجرت کی اور ابھی اسلام کا ابتدائی زمانہ تھا یہودیوں سے کوئی خاص مخاصمت نہیں ہوئی تھی بلکہ دونوں معاہدہ پر قائم تھے اسی زمانہ میں معرکہ احد کے موقع پر جب کچھ صحابہ نے مدینہ کے یہودیوں سے مدد لینا چاہی تو رسول اللہ نے فرمایا "اہل شرک سے اہل شرک کے مقابلہ کے لئے مدد طلب نہ کرو (۵۵)

یہودیوں کی تعداد رسول اللہ کے زمانے میں مدینہ اور اس کے اطراف میں بہت کم تھی تمام مقامات اور قبائل کی تعداد کا جو ذکر آیا ہے اس کو جمع کیا جائے تو دس ہزار سے زائد نہیں ہوتی اس میں سے چار پانچ مسلمان ہوئے (۵۶) دو کے لئے کہا گیا ہے وہ احبار تھے یعنی علمائے یہود میں سے تھے ان میں سے ایک تو "مخیریق" جو مسلمان ہونے کے بعد شہید ہو گئے اور دوسرے عبداللہ بن سلام کافی عرصہ زندہ رہے لیکن یہ ظاہر ہے کہ مسلمان ہونے والوں کی تعداد اس سے زائد نہیں تھی جو کہ صحیح روایت سے ثابت ہے (۵۷) لیکن یہ کہ عبداللہ ابن سلام یا کعب احبار واقعی عالم یہود تھے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ البتہ ان دونوں کی طرف سیکڑوں اسرائیلی قصے منسوب کر دئے گئے ہیں جن کی کوئی سند نہیں ہے اور مسلمان مورخین نے دین اسلام کی برتری ظاہر کرنے کے لئے ان لوگوں کو عالم قرار دیدیا حالانکہ اس کا کوئی ثبوت نہیں تھا (۵۸) صرف یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ لوگ نیک تھے اور طبع سلیم پائی تھی۔

یہودیوں میں سے اس قلیل تعداد کے مسلمان ہونے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عرب کے یہودیوں کو اپنے رسم و رواج اپنے دین اور اپنی قومیت سے گہرا تعلق تھا اور یہ کہ مرزمین عرب سے انہیں شدید لگاؤ نہیں تھا اس لئے انہوں نے قیام کرنے پر اپنے اصل مرکز فلسطین کی طرف ہجرت کو ترجیح دی ان کے مقابلہ میں نصارائے عرب نے نہ تو اتنا شدید مقابلہ کیا اور نہ مسلمان ہونے میں سستی کی اور نہ ہجرت کی نوبت آئی بہر کیف یہ تمام ذکر حجاز و مدینہ کے یہودیوں کا ہے لیکن یمن اور بقیہ جزیرہ عرب کے یہودیوں کا تاریخوں میں کوئی خاص ذکر نہیں ہے اس لئے جو کچھ معرکہ پیش آیا وہ حجاز کے یہودیوں سے ہی پیش آیا اس کا ذکر تاریخوں میں ہوا اور یہ ظاہر ہے کہ ان کے متعلق معلومات کا تمام ذریعہ مسلمان اور ان کا ماخذ ہے دوسرے ذرائع تحقیق کے مسدود ہیں۔

یہ یہود آپس میں جنگ و جدال اور قتل کے بدلے میں دیت قبول کرتے تھے یہ خون بہا مختلف حیثیت کا مقرر تھا کوئی قبیلہ پورا دیتا تھا کوئی نصف، چنانچہ ایک دفعہ انھوں نے رسول اللہ کو حکم اور

فیصل بنایا آپ نے متساوی دیت کا فیصلہ دیا۔ اسی سلسلہ میں قرآن کی آیات نازل ہوئی ہیں (۵۹) یہ یہود آپس میں مخاصمت رکھتے تھے بعض کو جلاوطن کر دیتے تھے، قید کر لیا کرتے تھے، فدیہ لیا کرتے تھے ان کی ان پست اور ذلیل باتوں کی طرف ان آیات میں اشارہ ہے اور تورات کی تعلیم کے خلاف عمل کرنے پر گرفت ہے "ہم نے تم سے وعدہ لیا تھا کہ تم آپس میں خون نہیں بہاؤ گے نہ خود کو اپنے وطن سے جلاوطن کرو گے پھر تم نے اقرار کیا تھا اس کے تم شاہد ہو۔ اب وہی تم ہو کہ آپس میں قتل کرتے ہو اور ایک گروہ کو دوسرا غلبہ کر کے اور ظلم کر کے نکالتا ہے۔ اگر تمہارے پاس قیدی آئیں تو فدیہ لے لو اور ان کا جلا وطن کرنا حرام ہے کیا تم کتاب کے بعض حصہ پر ایمان لائے ہو اور بعض سے انکار کرتے ہو جو ایسا کرے اس کی کیا جزا ہے یہی کہ دنیا میں رسوائی ہو اور قیامت میں شدید عذاب ہو جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس سے غافل نہیں ہے" (۶۰) یہ ان کے تمام کام مشرکین عرب جیسے تھے۔

جہاں تک تحقیق سے اندازہ ہوتا ہے اخلاق و اعمال اور افعال میں جزیرہ عرب کے یہودی مشرکین عرب سے بہتر اور برتر نہیں تھے نہ انھیں سیاسی برتری حاصل تھی اور نہ آپس میں دینی لگاؤ کی بنا پر اتفاق حاصل تھا۔ کچھ قبائل اوس کے ساتھ تھے تو کچھ خزرج کے ساتھ (۶۱) اخلاقی اور تمدنی حالت جو کچھ تھی وہ اور دینی حالت قرآن کی آیات سے ظاہر ہو چکی ہے (۶۲) محققین و مورخین کی کئی یہی رائے ہے کہ جزیرہ عرب کے یہودیوں اور غیر یہودیوں میں کوئی بھی فرق نہیں تھا صرف دین کا فرق تھا (۶۳)۔ لیکن بعض مستشرقین نے یہود ان عرب کی برتری ثابت کرنے کے لئے بے حد سیلانے اور غلط دلائل سے کام لیا ہے چنانچہ یہاں تک کہہ دیا کہ عرب کے تمام یہود کتاب مقدس کو پڑھتے تھے اور لکھ سکتے تھے اس لئے قرآن میں لکھنے والی قوم "اہل الکتاب" کہا ہے (۶۴) لیکن یہ صاحب یہ بھی نہ سمجھ سکے کہ اہل کتابت نہیں کہا ہے۔ اہل کتاب کہا ہے جو نصاریٰ اور یہود سب کے لئے مستعمل ہے اور اس سے مراد آسمانی کتب کے ماننے والے ہیں۔ نہ کہ لکھنے والے عالم مراد ہیں۔

مستشرقین نے ایک یہ بھی مغالطہ کھایا ہے کہ یہودی سامی مشہور ہیں لہذا وہ سمجھتے ہیں اہل عرب میں یہودیوں سے بعض خصوصیات پہنچی ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں کہ اہل عرب بھی سامی ہیں لہذا جو سامی قبائل کی عادت اور فکر ہے اس میں وہ سب شریک ہیں جو سامی ہیں خواہ عرب ہوں یا غیر عرب ہوں، لہذا ان سب باتوں کو یہودیوں کی خصوصیت کیوں سمجھا جاتا ہے نہ یہ کہنا چاہیئے کہ جاہلین نے یہودیوں سے حاصل کیں بلکہ انھیں مشترک سمجھنا چاہیئے۔

یہ بھی ظاہر ہے کہ جزیرہ عرب کے یہودیوں نے اپنے دین کی تبلیغ کے لئے کوئی کوشش بھی نہیں کی تھی۔ نہ تو تورات وتلمود کا عربی میں ترجمہ کیا تھا اور نہ ان کے احبار لوگوں کو یہودی بنانے کی کوشش کرتے تھے اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہودی ثقافت وتمدن کا جزیرہ عرب کے زمانہ جاہلیت میں کوئی اثر تھا۔ یہودیوں کی ثقافت وتمدن اور ان کے علم کے کچھ آثار باقی بھی نہیں رہے۔ اگر کچھ کوشش کی ہوتی تو اس کا ضرور کچھ اثر باقی رہتا۔

بہرکیف یہ تمام تو وہ تحقیق ہے جو اسلامی ذرائع سے حاصل ہوئی ہے یہودیوں میں سے کسی نے یہود عرب کے متعلق کوئی کاوش وتحقیق نہیں کی اور نہ اب تک ان یہود عربوں کے متعلق کوئی تاریخ مرتب ہوسکی جو جلاوطن ہوگئے تھے ہوسکتا ہے کچھ کتبے یا آثار ایسے منکشف ہوجائیں جن سے یہود عرب کی صحیح حالت معلوم ہوسکے اور بعض مبہم باتوں کی وضاحت ہوسکے۔ لیکن اس وقت تک دنیا کو اسی قدر معلوم ہے جو ہم نے لکھا۔

حوالہ جات

(1) اسرائیل ولفنسون "تاریخ الیہود فی بلاد العرب"، (القاهرة، ۱۹۲۷ء) ص، ۱۳

(2) الاغانی، ج ۱۹، ص ۹۵

(3) H. Graetz, The History of the Jews., Vol, III, p. 68.

(4) D.S. Margoliouth, The relation between Arabs and Israelites prior to the rise of Islam, London, 1924. p. 62.

(5) H. Graetz, op. cit. p. 69.

(6) Noldeke, Neve Beitrage Semitischen Sprachwissenschaft, S. p. 36.

(7) Graetz, op. cit., p. 56.

(8) Islamic Culture, 1929, III No. 2, p. 186.

(9) Margol outh, op. cit., p. 60.

(10) Graetz, op., cit. p. 58 f. 60.

(11) تاریخ الیہود (حوالہ سابقہ) ص ۳۷

(12) تاریخ العرب قبل اسلام ج ۶، ص ۲۷

(13) Margoliouth. op. cit., p. 62.

(14) Philostorgins, Hist. Eccl, III, p. 5.

(14) Islamic Culture, 1929, III, No. 2, p. 186.

(15) القرآن، سورۃ البروج آیت ۴

(16) عمدة القاری ، ج ۲۱ ص ۲۶۲
(17) تاریخ العرب قبل الاسلام ج ۶ ص ۳۵
(18) Noldeke, Samaal in Zeitzschrift fur Assyriolagie, XXVIII, 1912, S. 177.
(19) Ency., Islam, IV. p. 642.
(20) *Ibid.*, I. p. 1008.
(21) Noldeke, Zeitschrift fur Assyriologie 1912. S. 178.
(22) Morgoliouth p. 72.
(23) تاریخ العرب قبل الاسلام ج ۶ ، ص ۹۱
(24) تاریخ الیهود ، ص ۷۸ , Dozy, Israeliten te Mekka.
(25) F.M. Young, Judaism and Islam, Madras, 1898.
(26) R.B. Smith, Mohammad and Mohammadanism, London, 1889.
(27) Abraham Katsh, Judaism in Islam, New York, 1954.
(28) Islamic Culture, April, 1929, p. 161.
(29) تاریخ العرب قبل الاسلام ، ج ۶ ، ص ۹۳
(30) Is,amic Culture, April 1929, p. 166.
(31) القرآن ، آل عمران ، آیت ۲۰
(32) تفسیر الطبری ج ۳ ، ص ۱۳۳
(33) القرآن ، سورة البقره ، آیت ۲۸
(34) القرآن ، التوبه ، آیت ۳۱

(35) Ency. Brita., 21, p. 771.
(36) Hastings, Dictionary of the Bible, p. 891.
(37) *Ibid.*
(38) Uni., Jews., Ency., I, p. 277.
(39) Uni., Jews., Ency., I, p. 278.
(40) Uni., Jews., Ency., 3, 173.
(41) Hastings, p. 891.
(42) Ency., Islam., IV, p. 706.
(43) تاریخ العرب قبل الاسلام ، ج ۳ ، ص ۱۱۳
(44) صحیح بخاری ، ج ۳ ص ۱۹۸ ، طبع لیدن
(45) تاریخ العرب قبل الاسلام ، ج ۶ ، ص ۱۱۹
(46) بخاری ، باب السحر
(47) القرآن ، سورة نساء ، آیت ۵۰
(48) ایضاً ، آیت ۱۵۳
(49) تفسیر قرطبی ، ج ۶ ، ص ۶
(50) القرآن ، سورۂ بقره ، آیت ۱۰۱ ، ابن هشام ، ج ۲ ص ۱۶۷ ، ۱۷۱ ، ۲۰۱
(51) القرآن ، البقره ، آیت ۲۳۵
(52) القرآن ، آل عمران ، آیت ۱۸۱
(53) تفسیر طبری ، ج ۱ ، ص ۳۷۳
(54) طبقات ابن سعد ، ج ۲ ح ۱ ، ص ۲۷

(55) طبقات ابن سعد ، طبع لیدن ، ج ۲ ، ج ۱ ، ص ۲۷
(56) صحیح بخاری ، ج ۲ ، ص ۱۵ ، ارشاد الساری للقسطلانی ، ج ۶ ، ص ۲۳۷
(57) بخاری ، ج ۲، ص ۱۵ ، تاریخ الیہود ، ص ۳۷
(58) تاریخ العرب قبل الاسلام ، ج ۶ ، ص ۱۶۶

Jewish Encyclopaediea, VII, p. 400 A legendary story of Ka'bAl--Ahbar's in the Jashua Starr Memorial Volume, New York, 1933,p. 85.

(59) القرآن ، سورة المائدة ، آیت ۴۲
(60) ایضاً ، البقرہ آیت ۸۴ ، ابن ہشام ج ۲ ، ص ۲۳
(61) یہود عرب کے متعلق قرآنی آیات ومباحث یکجا دیکھیے ، سیرة الرسول
(62) ابن ہشام ، ج ۳ ، ص ۹۴
(63) Noldeke, Neitrage, S. 55
(64) Graetz, Vol, III p. 59.